یازدہ رسائل
رموزِ معرفت اور عشقِ حقیقی سے متعلق شہکار رسائل
از تصنیفات وافادات
قطب الاقطاب حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ
مترجم
مولانا قاضی احمد عبد الصمد صاحب فاروقی قادری چشتی قدس سرہٗ
سیرت فاؤنڈیشن
۸۵۵۔این، سمن آباد، لاہور

یازدہ رسائل

رموزِ معرفت اور عشقِ حقیقی سے متعلق شہکار رسائل

از تصنیفات وافادات

قطب الاقطاب حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا قاضی احمد عبد الصمد صاحب فاروقی قادری چشتی قدس اللہ سرہٗ

سیرت فاؤنڈیشن

۸۵۵ این، سمن آباد - لاہور

فون: ۷۵۶۰۸۸۲

نام کتاب : یازدہ رسائل (اردو ترجمہ)
مصنف : حضرت خواجہ قطب الاقطاب سیّد محمد حسینی گیسو دراز قدس سرہ
مترجم : حضرت مولانا قاضی احمد عبدالصمد فاروقی قادری چشتی ؒ
ناشر : سیرت فاؤنڈیشن ○ لاہور
طابع : کارواں پریس ○ لاہور
اشاعت : ربیع الاول ۱۴۲۴ھ بمطابق مئی ۲۰۰۳ء
تعداد : پانچ سو
قیمت : ۱۸۰/- روپے

بسعی و اہتمام
نصر اقبال قریشی

سیرت فاؤنڈیشن - لاہور فون ۶۰۸۸۲۷۷

تقسیم کار

- دربار بک شاپ ــــ دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ ــــ لاہور
- المعارف ــــ گنج بخش روڈ ــــ لاہور
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز ــــ گنج بخش روڈ ــــ لاہور
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز ــــ اُردو بازار ــــ لاہور۔ کراچی
- نظامی کتب خانہ ــــ دربار حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ ــــ پاکپتن شریف
- احمد بک کارپوریشن ــــ اُردو بازار ــــ راولپنڈی

فہرست

احوال ومقامات حضرت خواجہ گیسو دراز ؒ

سید صباح الدین عبدالرحمٰن ۷

رسالہ اول:

تفسیر سورہ فاتحہ ۴۳

رسالہ دوم:

استقامتہ فی الشریعتہ بطریق الحقیقت ۵۷

رسالہ سوم:

رویت باری تعالیٰ ۱۰۹

رسالہ چہارم:

حدائق الانس ۱۳۳

رسالہ پنجم:

وجود العاشقین معروف بہ رسالہ عشقیہ ۱۷۳

رسالہ ششم:

توحید خاص برائے توحید خواص ۱۸۹

رسالہ ہفتم:

اذکار ۱۹۹

رسالہ ہشتم:

مراقبہ ۲۱۵

ترجمہ یازدہ رسائل

رسالۂ اول

تفسیر سورہ فاتحہ

از تصنیفات

حضرت قطب الاقطاب سیدّ محمد حسینی خواجہ گیسو دراز بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ

حضرت مولانا مولوی قاضی احمد عبدالصمد صاحب فاروقی قادری چشتی قدس اللہ سرہ العزیز

ہوسکتا ہے کہ روز جزا کے متصرف کا مطلب یہ ہو کہ وقتیہ مشاہدہ بعض کے لئے تھوڑا اور بعض کے لئے بہت نصیب ہوتا ہے۔ وقت کے تواصل وتوالی (آ ملنے پے در پے ایک کے بعد یک تجلی ہونے) سے مشاہدہ کے ایک جذبہ میں (ایک کشش میں) رکھ کر ایک گروہ کو مسلوب العقل (عقل سے بے بہرہ) کر کے مجذوب و دیوانہ بنا دیتا ہے۔ عقل سے محروم کر دیتا ہے۔ الا انّ اولیاء اللہ لا یموتون (اللہ کے دوست نہیں مرتے) سے جس کی خبر ملتی، اطلاع ہوتی ہے یا یہ ہو کہ بدلہ کے دن سے مراد تجلی شہودی ہو۔ جیسا کہ تجلی شہودی سے بعض کو فنائے ناسوتی کے بعد بقائے ملکوتی عنایت فرماتا ہے۔

یہ جو کچھ ہم نے کہا ہے وہ سالک کے سلوک کے لحاظ و مناسبت سے درجہ و تفاوت کے موافق ہوتا ہے۔ اسی سے اس کے ہونے سے وحدت کا کثرت میں تماشا یعنی ہر چیز میں، جب دیکھ لیتا ہے تو مارایت شی الا رایت اللہ قبلہٗ (نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز مگر دیکھا میں نے اللہ کو اس سے پہلے یعنی پہلے اللہ کو دیکھا پھر وہ چیز دیکھی) کا نعرہ مارتا ہے۔ جب اس تعین کی تجلی ہوتی ہے تو تعین کے اعتبار میں، جذبہ تجلی کے لحاظ سے اَنَا اللہ (میں ہوں اللہ) اور انا الحق (میں حق ہوں) کہنے لگ جاتا ہے۔ اسی قسم اور اسی طرح کے اور بھی نعرے لگاتا ہے۔ بعض وہ ہوتے ہیں جن کو ایسے وقت ایسی تجلی اس تعین میں بقائے جبروتی عطا ہوتی ہے۔ جو مختلف طریقوں سے ثابت و محقق ہے یعنی کئی کئی طرح سے اور کئی کئی قسم سے ثبوت و تحقیق میں آ جاتی ہے۔ یہ وہ مرتبہ ہے کہ جس میں سالک کے وقت کا عروج اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کو مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے پہچانا اپنے آپ کو اس نے پہچانا اپنے رب کو) کہنا پڑتا ہے۔ جب کوئی سالک کسی مقام کو طے کر لیتا ہے تو عَرَفْتُ رَبِّی بِرَبِّیْ (پہچانا میں نے اپنے پروردگار کو اپنے پروردگار سے) اور ایسی ہی اور باتیں کہہ جاتا ہے۔ بعض سالک ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کو بقائے لاہوتی سے سرفراز کر کے حیرت کے مقام میں رکھا جاتا ہے تو وہ اس مرتبہ و مقام میں ربّ زدنی تحیراً (اے میرے

کی) ہوا کرتی ہے۔ صورت کی مناسبت کے ساتھ ایک لطیف تجلی میں عجیب صورت کے ساتھ آتا، متجلی ہوتا ہے۔ اس کہنے سے شاید تم یہ گمان کرنے لگ جاؤ کہ یہ لطیف صورت وہاں کیونکر نقش پاتی (ٹھہر سکتی) ہے، کس طرح رنگ آمیزی (کھیل تماشے) کرتی ہے، کیسے منہ دکھلاتی ہے۔ یہ پیکر (تن۔ شکل۔ جسم۔ ڈھانچہ) عالم بے چون (نرا، عالم، خدائی بے مانند، جس کا کوئی ہمسر نہ ہو، غیب) سے چگونگی (ہونا، جسمانیت، شہادت) میں یعنی بے صورتی سے صورت میں آیا۔ تو اس کے لئے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ سالک میں ابھی وہ استعداد پیدا نہیں ہوئی کہ وہ اس کے اپنے اعیان عیاں (ظاہری آنکھوں) سے معائنہ کرے۔ عین بعین ہو جائے، اسی عین میں ایسا محو اور گم ہو جائے کہ اس سے اس کا اس میں کچھ اثر نہ رہے۔

یاد رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے چاہا کہ قبول بندگی کی ایک صورت ایسی پیدا کرے جو احسن الصور (سب صورتوں میں بہترین صورت) اجمل النقوش (سب نقوش میں بہترین نقش) املح الاشکال (ساری شکلوں میں خوب ترین، نمکین، دل پذیر و دل پسند) ہوتے ہوئے مجلی و مصفی بھی ہو۔ تاکہ جمال لایزالی کی صورت میں اس کے عکس کو قبولے (قبول کرے) جس میں وہ اس وجود کو دیکھ سکے جس کو ذات قدیم کہتے ہیں۔ جب وہ "ذات" سالک پر تجلی کرتی ہے تو سالک اس عکس (سایہ) کے عکس سے محظوظ رہتا ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ وہ اس حال میں بصیر (بینا) کو دیکھتا ہے۔ تو اس کی بصر (بینائی) جو ذات پاک سے نسبت رکھتی ہے مشاہدہ (دیکھنے) میں آ جاتی ہے، شہود پا جاتی ہے۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ وہ اس سے جدا نہیں۔ فیض قدیم، اس شبنم کے جیسا ہے، جو سات دریا کا سامنا رکھتا ہو یا اس ذرہ کے جیسا ہے، جو آفتاب کے مقابل ہو گیا ہو۔ اس کے سامنے ہونے اس کے مقابل ہو جانے سے اس کے صفات سے متصف ہو گیا ہو۔

من له الكل بالكلية وهو الكل و كل الكل وكلية الكل (جس کے لئے کل کلیت کے ساتھ ہو اور کل کا کل ہو گیا ہو۔ وہ کل ہے، کل کا کل ہے۔ بالکلیہ کل ہے۔)

انسان، جو انسان ہے وہ آنکھوں کی پتلی، یعنی حقیقت انسانیت میں چھپا ہوا ہے۔ اس لئے جو یہ ہے وہ وہی وہ ہے۔ گرگانی رحمتہ اللہ علیہ کا قول اب بھی تمہاری سمجھ میں اچھی طرح سے پورے طور سے آ گیا یا نہیں۔ ننانوے نام سالک کے صفات ہو جانے کے باوجود بھی سالک کامل نہیں ہوتا۔ اس کی سیر مکمل نہیں ہوتی۔ ان کا قول وھو بعید فی السلوك (وہ ابھی سلوک میں دور ہے) دو معنی کا احتمال رکھتا ہے۔ اس کے دو معنی لئے جا سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اس کے ننانوے ناموں اور صفات سے متصف ہو گیا، لیکن ان صفات کے تجلیات کی کوئی انتہاء نہیں اور وہ ایسا ہے کہ جس کی کوئی انتہاء نہیں۔ صور غیر منحصر (صورتیں لاکھوں ہیں حد و حساب نہیں رکھتیں) ہیں۔ لا یتجلی فی صورۃ مرتین ولا یتجلی فی صورۃ لاثنین (وہ متجلی نہیں ہوتا۔ ایک صورت میں دوبارہ نہ رونما ہوتا ہے ایک صورت میں دو دفعہ) ابو طالب مکی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف جس کا نام قوت القلوب ہے۔ اس کا یہی پتہ دیا ہے۔

اے عزیز) جب تم اس مرتبہ میں پہنچ جاؤ گے تو جان لو گے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ میری مراد کیا ہے۔ مزہ پاؤ گے اور مزہ پائے ہوئے ہو جاؤ گے تو پہچان لو گے کہ ہم کس مرتبہ کی گفتگو میں ہیں۔ کیا کہہ رہے ہیں۔ سمجھ سکو گے۔ اگر کسی سالک پر ایک ہی دن میں ہزاروں قسم کی تجلیات بھی ہوں تو اس ہونے کو بھی فرضی و تصوری (من گڑھت۔ خیالی۔ یوں ہی) ہرگز نہ سمجھو۔ یہ واقعی حقیقی ہیں۔ ہوا کرتی ہیں۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ایک گھڑی میں ان پر کئی ہزار تجلیاں ہوتی ہیں۔ جو ایک دوسرے کے برابر مقابل، یکساں عین بعین ایک سے نہیں ہوتے۔ ہائے رے ہائے۔ عجیب تر یہ ہے کہ سالک پر ایسی تجلی ہوتی ہے کہ وہ کہنے سننے میں نہیں آ سکتی وہ تعریف میں نہیں لائی جا سکتی اس کو نہ تو بیان میں لایا جا سکتا ہے نہ وہ ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ سبحان من له کل یوم شان ولا یشغله شان عن شان کل یوم هو فی شان (پاک ذات جس کے لئے ہر دن میں ایک شان اور نہیں مشغول ہوتا ایک شان سے دوسری شان میں۔ ہر روز وہ ایک اور ہی شان میں ہے۔) جب سالک چاہتا ہے کہ اس کو پائے اس کا محیط و

مدر (گھیرنے والا۔ خوب جاننے والا) ہو جائے تو دیکھتا ہے کہ وہ کچھ اور ہی ہے۔ جب تک اپنے آپ میں نہ آئے' دیکھنے والا یہ نہیں جانتا کہ یہ کیا اور کس قدر تجلیات و مکاشفات تھے ہاں یہ کہ صرف بتلانے والا جانتا ہے کہ وہ کیا ہیں۔ کیسے ہیں کس قدر ہیں۔ انہ عالم بالجزئیات والکلیات (وہ جاننے والا ہے جزئیات وکلیات کا) یا ایسا ہے کہ وہی وہ ہے جو اپنی اضداد (برخلاف برعکس مخالف) کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ دوسرے صفات میں دوسری صورتوں میں ہو کر کسی ایک صورت میں تجلی کر کے اس کو اپنا عاشق و مبتلا دیوانہ و والہ بنا دیتا ہے۔ ابدالآباد (ایک کافی مدت) گزر جاتی ہے اور وہ مرد اس سوز درد ہی میں رہتا ہے۔ اس کا دماغ پگھل جاتا ہے۔ وہ سوختہ ناساختہ (جلا ہوا۔ آراستہ نہ کیا ہوا) افروختہ نادوختہ (روشن کیا ہوا۔ نہ ملایا ہوا) دردمند' وامانده (درد والا' عاجز آیا ہوا) درمانده (مجبور' لاچار) درویش بے خویش (بیچارہ جو اپنے میں نہ ہو۔ کوئی اس کا سہارا نہ ہو) بےبس (لاچار) بے ہنر (بغیر کسی پیشہ کے) رہ جاتا ہے۔ مراد یعنی مطلوب کو اپنے دام (قابو) میں نہیں پاتا۔ کسی ہمیشہ درد میں رہنے والے' گرے پڑے ہوئے سے اگر پوچھو تو تمہیں یہ بات معلوم ہو جائے اور سمجھ سکو کہ یہ بات کیا اور اس میں کیا خوبی ہے۔ ایسے شخص کو رسیدہ کہیں تو یہ ہو سکتا ہے اور نایافتہ کہیں تو بھی ہو سکتا ہے۔ یہ وہ ہے جو مار ڈالا ہوا' پہنچا ہوا ہے۔ یہ وہ صاحب ذوق وشوق ہے جو سوکھ کر کانٹا ہو گیا ہے' مراد و مقصود کو پہنچا ہوا ہے۔ لیکن اس میں یہ ندرت ہے کہ وہ اس کا منہ ابھی تک نہیں دیکھا۔ یہ وہ ہے کہ جس نے طلب کی عصا (سہارے کو) ہاتھ سے ڈال دیا ہوا۔ مسافرت کے جوتے (اسباب) پاؤں سے اتار چکا ہو۔ سعی کوشش' محنت' جستجو کا کمربند عزیمت (بلند ارادہ) کی کمر سے کھول دیا ہوا۔ مسافرت میں کام آنے کا توشہ سب کو بانٹ دیا ہو' اپنے پاؤں پھیلا کر ایک گوشہ میں بےفکری کا تکیہ پیٹھ سے لگائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے۔ جس سفر میں وہ اب ہے وہ صورت سقر (دوزخ کا منہ۔ نمونہ) ہے اس سے پہلے وہ پاؤں سے چلتا تھا' اب سر کے بل چل رہا ہے۔ جس کے پاؤں کاٹ دیئے گئے ہیں اب وہ جوتے پہنے تو کس طرح کیسے پہنے۔ جس کی کمر توڑ دی گئی ہو وہ کمر

بند کہاں باندھے۔ جس کے اختیارات کم کر دیئے گئے ہوں وہ عصا ہاتھ میں لے تو کیونکر اور کیسے لے۔ جس کے راستہ کا خرچ اڑا دیا گیا ہو وہ جمع کرے تو کیا کرے۔ جس کا ٹھکانہ خلوت کی جگہ ویران، برباد کر دی گئی ہو وہ ٹکے، ٹھہرے تو کہاں ٹکے اور ٹھہرے۔ کس جگہ قرار و قیام پائے۔ جس کا دماغ سودازدہ (پریشان۔مخبوط) ہو گیا ہو وہ خواب میں، آئینہ خیال میں چہرے کا جمال دیکھے تو کیسے دیکھے۔ اس سے پہلے جس سفر میں وہ تھا، وہ سفر ختم ہو گیا۔ جو کچھ مجاہدہ (ریاضت) مشقت (محنت، کوشش) تھی وہ اس سفر میں اس کو چھوڑ دینی پڑی۔ اب کچھ ایسا راستہ اس کے سامنے ہے جس میں نہ کوئی راستہ بتانے والا ہے نہ ساتھ چلنے والا ہے کوچ کرنا منزلیں طے کرنا نہیں دیکھ پاتا۔ اترنے کی جگہ، ٹھہرنے کے مقام کا نشان و پتہ نہیں پاتا۔ ایک لحہ کے لئے بھی اس کا احساس قرار کے ساتھ نہیں رہتا۔ پہنچائے جانے، امن والے مکان میں آ جانے کی امید ٹوٹ گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک گھڑی کے لئے بھی ٹھکانے سے اس کا دل نہیں رہتا اور تھوڑی دیر کے لئے بھی سیر سے نہیں ٹھہرتا۔ یہ اس کے امکان ہی میں نہیں۔ اس کے اختیار و قابو سے یہ بات باہر ہے کہ وہ پہنچنے کی جگہ پہنچ جائے۔

تم سے اگر یہ پوچھیں کہ **هل يعلم الله القهار عدد انفاس اهل الجنة والنار و عدد سنين اعمالهم و انواع ما فيها من الماكل والمشارب والانهار والاثمار فليقل ان الله لا يوصف بالمحال تعالى عن العجز والانحصار قال الله تعالى قل لو كان البحر مداداً لكلمت ربي لنفذ البحر قبل ان تنفذ كلمت ربي ولو جئنا بمثله مدداً** (کیا جانتا ہے اللہ۔ ضابطہ۔ جنت والوں۔ دوزخ والوں اور سالوں کی گنتی اور ان کے گزرنے قسم قسم کے ہونے کو اور جو کچھ اس میں کھانے پینے کی چیزیں ہیں اور نہریں پھل ہیں تو تم اس کا یہ جواب دو کہ اللہ کی توصیف محال سے نہیں کی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے عاجز آ جانے سے، منحصر ہو جانے سے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجئے کہ اگر سمندر سیاہی ہو جائے اس کے کلمات لکھنے کے لئے تو سمندر ختم ہو

جائیں اور رب کے کلمات باقی رہ جائیں۔ ہم لے آتے ہیں ایسی ہی مثالیں) اتصاف اسماء (ناموں کا خوبیاں اختیار کرنا۔ اسم بامسمیٰ ہو جانا) تخلق باخلاق والصفات (اخلاق اور صفات کے خوگر ہونے) سے۔ سالک پر دو چیزیں متحقق (ثابت تحقیق پائے ہوئے) ہو جاتی ہیں۔ ایک بے انتہا دکھ۔ دوسرا دیکھنا ایسے سمندر کا جس کا کنارہ نہیں۔ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ اسی راستہ کی دوری' بے نہایتی کا پتہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "جب میں ہوتا ہوں تو وہ نہیں ہوتا۔ جب وہ ہوتا ہے تو میں نہیں ہوتا۔"

چنانچہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

بے من است او تا سنائی با من است　　با سنائی زیں قبل در ماندہ ام

(وہ میرے بغیر ہے جب تک سنائی میرے ساتھ ہے　　سنائی سے اس طرح عاجز آ گیا ہوں)

اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے کہ اگر سمندر کلمات رب لکھنے کی سیاہی ہو جائیں۔ اسی پر سے قلم' کتاب' کتابت کی صورت میں سورتوں کو قیاس کر لینا چاہئے۔ آیات کو کلمات ربی کہنے سے اس کی کیا مراد ہے اس کو بھی جاننا ضروری' اس نتیجہ پر پہنچنا بھی لازمی ہے۔ کلمۃ القھا الیٰ مریم (ایک کلمہ جو ڈالا ہم نے مریم میں) یہ مجموعہ مفرد ہے کہ اس نے اپنے فیض کی "بلاترکیب مادہ" اور "صورت جسمانی کے ملے بغیر" ایک صورت آدم علیہ السلام کی صورت پر بنائی اس کا نام عیسیٰ علیہ السلام رکھا۔ انہیں مسیح اس لئے کہتے ہیں کہ آدمیت کے صفات کے ملنے ایک ہونے سے کہ فیض قدیم جس سے متعلق تھا وہ اپنے آپ کو اس صورت میں یا جو مسیح علیہ السلام کی صورت تھی' دکھلایا۔ یوحنا کی انجیل میں ہے کہ لقد کان مبتداء الکلمات لدی اللہ لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیاء (البتہ وہ تھا ابتداء کرنے والا کلمات اللہ کا ہمارے لئے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے۔) کلام کلمہ میں کیا ہے۔ لا الہ الاّ اللہ۔ لَا اِلٰہ۔ نفی ما استحال وجودہ۔ (اللہ کے سوائے کسی اور کا وجود نہ ہونا) الا اللہ۔ اثبات ما استحال عدمہ (ثابت کرنا ہے کہ اسی کا وجود ہے) ظہور کی ایک اور مثال "سراب" اور "ہوا" ہے۔ سراب ہوا کی صورت' ہوا سراب کی معنی ہے۔ ہوا کا ظہور سراب کی صورت کے سوا کسی اور صورت نہیں ہوتا۔ سراب کا قرار و قیام'